عصرِ حاضر کے تقاضے اور مخدّراتِ اسلام کی ذمہ داریاں، فکرِ اقبال کی روشنی میں

ڈاکٹر حمیرا ارشاد، صدر شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور

drhumairababar@gmail.com

Contact: 03004554745; 03354250512

خلاصہ

معاشرے کا ایک اہم فرد ہونے کی حیثیت جہاں عورت مساوی حقوق کی مستحق اور دعوے دار ہے وہیں یہ معاشرہ اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کرتا ہے۔ موجودہ دور میں تہذیبیں ٹکراو کے بعد جس تیزی سے ادغام کے عمل سے گزر رہی ہیں ایسے میں اپنی تہذیبی پہچان برقرار رکھنا ہر معاشرے کے لیے مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہو گیا ہے۔ مسلم تہذیب و معاشرت تو ایک مدت سے مغربی تہذیب کے سامنے سپر انداز ہو چکی ہے لیکن اپنی پہچان کے لیے اب بھی کبھی کبھی اور کہیں کہیں مسلم تہذیب ہاتھ پاوں مار رہی ہے۔ مسلم معاشرے کا ایک اہم فرد ہونے کی حیثیت سے مسلمان عورت پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ مسلمان عورت اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے پیٹھ پھیر کر مغرب کے پھیلائے ہوئے آزادیٔ نسواں کے جال میں پھنس چکی ہے۔ اسلام نے عورت کو نسلِ نو کی تربیت کی ذمہ داری سونپی تھی لیکن تربیت کے عمل سے غفلت کی وجہ معاشرے میں ایسی نسل پروان چڑھ رہی ہے جو عدم برداشت، کج فہمی، کج روی، بے سمتی، بے راہ روی، جنسی ناآسودگی اور شہوت پرستی جیسی خرابیوں کی حامل ہے۔ مغرب کی پیروی میں آزادیٔ نسواں کی تحریک کی تمام تجاویز، گزارشات اور مطالبات کو مذہب کی کسوٹی پر پرکھے بغیر قبول کر لینے کے باعث بھی بہت سی خرابیوں نے جنم لیا ہے۔ بے پردگی، فیشن پرستی، اور خود نمائی کے شوق نے مسلم عورت سے اس کا تقدس، پاکیزگی اور شرم و حیا کی صفت چھین لی ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہی نہیں خوش آیند بھی ہے کہ مغربی معاشروں میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے لیکن یہ بات باعثِ تشویش بھی ہے کہ مشرقی معاشروں میں اسلام کا اثر زائل ہو رہا ہے یا بزور کیا جا رہا ہے۔ علامہ اقبال نے آج سے سو سال پیشتر اس خطرے کو بھانپ لیا تھا جو مغربی تہذیب کو قبول کر لینے کے نتیجے میں ظاہر ہونے والا تھا، انھوں نے نہ صرف اپنی شاعری میں بلکہ اپنی نثری تحریروں میں بھی اس خطرے کے متعلق اظہارِ خیال کیا ہے انھیں اس بات کا احساس ہے کہ وجودِ زن سے تصویرِ کائنات میں رنگ ہے لیکن یہ رنگ اسی صورت میں قائم و برقرار رہ سکتا ہے جب عورت اپنی صنفی ذمہ داریاں ان حدود و قیود میں رہ کر انجام دے جو اسلام نے اس کے لیے قائم کی ہیں ان ذمہ داریوں میں فرضِ امومت کی ادائیگی سب سے اہم ہے۔ ان کے خیال کے مطابق مخدراتِ اسلام دنیا کی دیگر عورتوں سے مختلف ہی نہیں ممتاز بھی ہیں اور انھیں مختلف و ممتاز ہی رہنا چاہیئے۔ اس مقالے میں مخدراتِ اسلام پر عائد ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حائل رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہوئے فکرِ اقبال کی روشنی میں ان کے حل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

عصرِ حاضر کے تقاضے اور مخدراتِ اسلام کی ذمہ داریاں، فکرِ اقبال کی روشنی میں

عورت معاشرے کا اہم فرد ہے۔ معاشرے کے ارتقا، تہذیب اور بقا کی ذمہ داری بہت حد تک عورت پر عائد ہوتی ہے۔ دنیا کے مختلف معاشروں میں عورت کی حیثیت اور مقام کا جائزہ لیا جائے تو افراط و تفریط کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ قدیم تصورات کی رو سے عورت گناہ کا مبداء ہے۔ ہندووں کے ہاں عورتوں کے لیے ویدوں کی تعلیم ممنوع تھی بدھ مت میں عورت کے لیے اخروی نجات یا نروان کی کوئی صورت نہیں، ہندی دیومالا میں پنڈورا کو تمام مسائل کا موجب قرار دیا گیا، قدیم عرب میں عورتوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، مسیحیت میں بعض اکابر نے عورت کو شیطان کے آنے کا دروازہ کہا اور یہ تصور بھی پیش کیا کہ شیطان نے حضرت حوا کو بہکایا تھا اور حضرت حوا نے حضرت آدم کو۔ قرآنِ کریم نے جہالت پر مبنی ان تمام تصورات کی نفی کی اور عورت کو اس کا جائز اور مستحکم مقام عطا کیا۔ اسلام میں مرد و زن دونوں کا درجہ برابر ہے حقوق سب کے یکساں ہیں بلکہ عورت کے حقوق مردوں سے کہیں بڑھ کر ہیں البتہ فرائض کا دائرہ دونوں کا مختلف اور متنوع ہے۔ برعظیم پاک و ہند میں یہ مسئلہ اس قدر سنگینی سے دوچار نہ تھا، انیسویں صدی کے نصف آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برعظیم کی تہذیب کو ایک بالکل مختلف یورپی تہذیب سے ٹکرانا پڑا۔ اس ٹکراو کے نتیجے میں مسلم تہذیب شدید کشمکش کا شکار ہوئی، عورتوں میں آزادی کا رجحان اور تحریک پیدا ہوئی۔ یورپی معاشرے نے عورت کی آزادی، آزادانہ اختلاط اور میل جول کی جو راہیں برعظیم کی عورت کو دکھائیں، اس نے مسلم خواتین میں بھی ہیجان کی کیفیت پیدا کو دی۔ مسلمان مردوں کے لیے یہ صورتِ حال قابلِ اعتراض ہی

نہیں ناقابلِ قبول بھی تھی۔ اس لیے اس عہد میں مختلف مفکرین نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اکبر الہٰ آبادی نے مزاح کی صورت اپنائی اور طنز کے پیرائے میں کہا:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں

اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا

کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا[۱]

اس کے بالمقابل اقبال نے سنجیدگی سے اس مسئلے کی نوعیت اور اہمیت پر غور کیا۔ انھیں اس مسئلے کی نزاکت کا شدت سے احساس تھا۔ ایک جگہ انھوں نے کہا۔

میں بھی مظلومیٔ نسواں سے ہوں غمناک بہت

نہیں ممکن مگر اس عقدہء مشکل کی کشود[۲]

اس شعر سے اقبال کی ذہنی کشمکش کا اندازہ ہوتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ علامہ اس ضمن میں تذبذب کا شکار ہیں۔ یورپ میں عورتوں کی آزادی کی تحریک شروع ہوئی اور عورت نے اپنے آپ کو ہر بندھن سے آزاد کر لیا تو علامہ کے افکار کو صحیح سمت میسر آگئی لہٰذا علامہ کے خیال میں اعتدال کا راستہ صرف اسلام کا راستہ ہے۔ اسلامی معاشرے میں عورت کا ایک خاص مقام، مرتبہ اور عزت ہے، اس لیے اقبال بھی عظمتِ نسواں کے قائل ہیں۔ ان کی شاعری اور نثر میں بھی اس کی شہادتیں ملتی ہیں۔ ضربِ کلیم کی ایک نظم "عورت" اس سلسلے میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں علامہ کہتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی

کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِّ مکنوں

مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن

اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں[۳]

اس نظم سے یہ بات واضح ہے کہ عورت کائنات کا ناگزیر حصہ اور جزو ہے۔ انجمن خواتینِ اسلام مدراس کے جلسے میں عورت کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے علامہ اقبال نے کہا:

"عورت حقیقت میں تمام تمدن کی جڑ ہے۔"[۴]

اسی تقریر میں مزید کہتے ہیں:

"کسی قوم کی بہترین روایات کا تحفظ بہت حد تک اس قوم کی عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔"[۵]

علامہ اقبال نے اس مسئلے کو خالصتاً "اسلامی نقطہء نظر سے دیکھا ہے۔ حقوق و فرائض کے جو دائرے اسلام نے مرد و زن کے لیے مقرر کیے ہیں، علامہ کے مطابق انہی متعین دائروں میں رہ کر مرد و زن عمل کریں گے تو معاشرہ ترقی اور بقا کے راستے پر گامزن رہے گا۔ اپنے اپنے دائروں سے نکل کر عمل کرنے کی صورت میں معاشری ابتری کا شکار ہو جائے گا۔ اپنے معروف خطبے "ملتِ بیضا پر ایک عمرانی نظر" میں علامہ نے لکھا: "بفحوائے آیہء کریمہ "الرجال قوامون علی النساء" میں مرد و زن

کی مساواتِ مطلق کا حامی نہیں ہو سکتا۔ یہ ظاہر ہے کہ قدرت نے ان دونوں کو جدا جدا خدمتیں تفویض کی ہیں اور ان فرائض جداگانہ کی صحیح اور باقاعدہ انجام دہی خانوادہء انسانی کی صحت اور فلاح کے لیے لازمی ہے۔ مغربی دنیا میں جہاں نفسی نفسی کا ہنگامہ گرم ہے اور غیر معتدل مسابقت نے ایک خاص قسم کی اقتصادی حالت پیدا کر دی ہے۔ عورتوں کو آزاد کر دیا جانا ایک ایسا تجربہ ہے جو میری دانست میں کامیاب ہونے کے بجائے الٹا نقصان دہ ثابت ہو گا اور نظام معاشرت میں اس سے بے حد پیچیدگیاں واقع ہو جائیں گی۔ مغربی دنیا میں جب عورتوں نے گھر کی چار دیواری سے باہر نکل کر کسبِ معاش کی جدوجہد میں مرد کا ساتھ دینا شروع کیا تو خیال کیا جاتا تھا کہ ان کی یہ اقتصادی حریت دولت کی پیداوار میں معتدبہ اضافہ کرے گی، لیکن تجربے نے اس خیال کی نفی کر دی اور ثابت کر دیا کہ خاندانی وحدت کا رشتہ جو انسان کی روحانی زندگی کا سب سے بڑا جزو ہے یہ آزادی اس رشتے کو توڑ دیتی ہے۔"[٦] یہ طویل اقتباس آزادیء نسواں کے مسئلے پر علامہ اقبال کے خیالات کو سمجھنے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال اس مسئلے کو خالصتا" قرآنی احکامات کی روشنی میں دیکھتے ہیں وہ قرآن کی رو سے مرد کی قوام یعنی نگران کی حیثیت تسلیم کرتے ہیں ضربِ کلیم میں علامہ لکھتے ہیں:

نے پردہ، نہ تعلیم، نئی ہو کہ پرانی

نسوانیتِ زن کا نگہباں ہے فقط مرد

جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا

اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد[٧]

مدراس میں انجمن خواتینِ اسلام نے علامہ اقبال کو ۷ جنوری ۱۹۲۹ء کو مدعو کیا۔ خواتین کی طرف سے جو سپاسنامہ پیش کیا گیا اس میں عورت کی مظلومیت کے اظہار کے لیے "اسیرِ ان قفس" کی ترکیب استعمال کی گئی۔ علامہ اقبال نے جوابا" اپنی تقریر میں کہا: "آپ کو آزادی کے لفظ پر نہیں جانا چاہیے۔ آزادی کے صحیح مفہوم پر غور کرنا چاہیے۔ یورپ کی آزادی ہم خوب دیکھ چکے ہیں۔ یورپین تہذیب باہر ہی سے دیکھی جاتی ہے، کبھی اندر سے دیکھی جائے تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔" [٨] اس کے بعد علامہ اقبال نے کہا کہ آزادیء نسواں کے حوالے سے ترکی سے سبق سیکھنا چاہیے۔ علامہ اقبال نے بتایا کہ مصطفیٰ کمال نے خواتین کو جو آزادی دی اس کے نتیجے میں وہاں خودکشی کا رجحان بہت بڑھ گیا، اس رجحان میں اس قدر اضافہ ہوا کہ بعد ازاں علماء سے اپیل کی گئی کہ وہ عورتوں کو سمجھائیں کہ اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ اپنی اسی تقریر میں علامہ مزید لکھتے ہیں: "جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی اپنی غلطی پر پشیمان ہوئی ہے۔ عورت پر قدرت نے اتنی ذمہ داریاں عائد کر رکھی ہیں کہ اگر وہ ان سے پوری طرح عہدہ براء ہونے کی کوشش کرے تو اسے کسی دوسرے کام کی فرصت نہیں مل سکتی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگایا جائے جنھیں مرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریق کار یقینا" غلط ہو گا، مثلا" عورت کو، جس کا اصل کام آئندہ نسل کی تربیت کرنا ہے، ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے۔"[٩] علامہ سمجھتے تھے کہ مساواتِ مرد وزن کے نعرے نے فی الحقیقت ظاہری اور سطحی طور پر تو ایک نام نہاد مساوات پیدا کی ہے لیکن دراصل اس میں بھی عورت ادنیٰ درجے پر ہی ہے۔ علامہ اقبال نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اسلام نے عورت کو جو خوبصورت دلکش اور اعلیٰ مقام معاشرے میں عطا کیا ہے اور جس عزت سے نوازا ہے وہ مقام کسی اور معاشرے نے عورت کو نہیں دیا وہ لکھتے ہیں: "اگر آپ ان حقوق پر نظر ڈالیں جو اسلام نے عورتوں کو دیئے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس مذہب نے عورت کو کسی طرح مرد سے ادنیٰ درجے پر نہیں رکھا۔"[١٠]

ان تمام اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ عورت کے مقام و مرتبے سے متعلق اقبال کا نقطہء نظر متوازن سوچ کا حامل ہے اس ضمن میں مولانا ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں : "اقبال عورتوں کے لیے دینی طرزِ حیات پسند کرتے ہیں جو صدر اسلام میں پایا جاتا تھا ، جس میں عورتیں مروجہ برقع کے نہ ہوتے ہوئے بھی شرم و حیا اور حساسِ عفت و عصمت میں آج سے کہیں زیادہ آگے تھیں اور شرعی پردے کے اہتمام کے ساتھ ساتھ زندگی کی تمام سرگرمیوں میں حصہ لیتی تھیں۔"[١١] سوال یہ ہے کہ علامہ اقبال عورت کا اصل مقام کیا قرار دیتے ہیں ؟ ان کے نزدیک عورت کی اصل ذمہ داری مقامِ امومت کی حفاظت اور فرائضِ امومت کی بجا آوری ہے۔ انھوں نے رموزِ بے خودی میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے۔"در معنیء این کہ بقای نوع از امومت است وحفظ و احترامِ امومت اسلام است"اس باب میں علامہ نے کہا ہے کہ انسانیت کی بقا امومت سے ہے اور اسلام ہی امومت کا احترام سکھاتا ہے ۔اس باب میں علامہ اقبال نے یہ بھی کہا ہے کہ امومت کو

نبوّت سے نسبت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شفقت و رحمت کا پیکر ہیں اور شفقت کا یہی پرتو اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں ڈالا ہے ۔اس باب کے تمام اشعار معنویت کے اعتبار سے درّ بے بہا ہیں۔ صرف دو اشعار ملاحظہ کیجیے :

از امومت گرم رفتارِ حیات

از امومت کشفِ اسرارِ حیات

از امومت پیچ و تابِ جوی ما

موج و گرداب و حبابِ جوی ما[۱۲]

ترجمہ:["زندگی کی رفتار امومت ہی کی بدولت تیز ہے اور زندگی کے بھید امومت سے کھلتے ہیں۔ ہماری زندگی میں جو پیچ و تاب یا لہریں یا گرداب یا بلبلے پائے جاتے ہیں، وہ سب امومت ہی سے ہیں۔"][۱۳] عورتوں کے لیے قانون سازی کرتے ہوئے بھی وہ اس بات کو پیشِ نظر رکھنے کی تلقین کرتے ہیں خواجہ عبدالرحیم کے نام خط میں لکھتے ہیں: "عورت کا مقدم فرض نسلِ انسانی کی حفاظت ہے۔ اس خیال کو اس لیجیسلیشن پر جو عورتوں کے متعلق ہو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے "[۱۴]

اس امر سے کون واقف نہیں کہ نبی کی احادیث کی رو سے ماں کا مقام کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کی مثال ماں کی محبت سے دی ہے اک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماوں کی نافرمانی اور حق تلفی حرام کر دی ہے۔ علامہ اقبال نے حضرت فاطمۃ الزہرا کے اسوہ کو عورتوں کے لیے مثال کے طور پر پیش کیا ہے۔ علامہ کہتے ہیں:

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول

مادراں را اسوہء کامل بتول[۱۵]

ترجمہ:["تسلیم کی کھیتی کا حاصل حضرت فاطمہ تھیں اور آپ مسلمان ماوں کے لیے اسوہء کامل بن گئیں یعنی ایسا نمونہ، جس میں ماوں کی زندگی کے ہر پہلو کے لیے بہتر مثال موجود ہے۔"][۱۶] حضرت فاطمۃ الزہرا کے کردار اور سیرت کا نقشہ علامہ اقبال نے نہایت عمدہ الفاظ میں کھینچا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہرا نورِ چشم رحمت للعالمین ہیں۔[۱۷] بانوی علی مرتضیٰ مشکل کشا ہیں۔[۱۸] اور مادرِ مرکزِ پرکار و قافلہ سالارِ عشق ہیں۔[۱۹] وہ ایک مثالی خاتون ہیں جو سادہ اور پر مشقت زندگی بسر کرتی تھیں اپنے خطبہء مدراس میں علامہ اقبال نے فرمایا: "مسلمان عورتوں کے لیے بہترین اسوہ حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں۔ کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمۃ الزہرا کی زندگی پر غور کرنا چاہیئے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی سعی کرنی چاہیئے"[۲۰] یہی بات علامہ اقبال مولانا گرامی کے نام خط میں لکھتے ہیں:
"سیدہ خاتون زمانہء حال کی مسلمان عورتوں کے لیے ایک اسوہ ء کاملہ ہیں ۔ "[۲۱]
علامہ اقبال تاریخ کے مطالعے سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حفظِ امومت کا نکتہ صرف مسلمانوں کے لیے لائقِ سبق اندوزی اور قابلِ عمل نہیں بلکہ جو قوم بھی اس پر عمل پیرا ہو وہ اس کے مثبت پہلووں سے مستفید ہو سکتی ہے اور اگر کوئی قوم امومت کو نظر انداز کرتی ہے تو یہ قوانینِ فطرت کی ایسی خلاف ورزی ہے جس کے نتائج اس قوم کو بھگتنے ہوں گے ۔ علامہ کہتے ہیں :

جہاں را محکمی از امہات است
نہادِ شان امینِ ممکنات است
اگر این نکتہ را قومی نداند
نظامِ کاروبارش بے ثبات است [۲۲]

ترجمہ : [" اس دنیا کی بقا اور استواری عورتوں پر موقوف ہے ، کیونکہ ان کی فطرت آئندہ نسلوں کی تربیت کی ذمہ دار ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر عورتوں کے اخلاق پسندیدہ ہوں اور ان کی پاکیزگی اور عفت کا مادہ برقرار رہے تو وہ اپنی اولاد کی صحیح تربیت کر سکتی ہے ورنہ نہیں ۔ اگر کوئی قوم اس حقیقت سے غافل ہو جائے تو اس کی عمرانی اور معاشرتی زندگی تباہ ہو جائے گی۔"] [۲۳] علامہ اقبال کی نگاہ میں مغربی تہذیب اسی لیے زوال پذیر ہے کیونکہ وہاں امومت کے مقام کی خاطر خواہ حفاظت نہیں کی گئی ۔ اس تہذیب میں رشتوں کا تقدس پامال ہو رہا ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہےکہ عورت نے امومت کا فرض ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے علامہ اقبال ضربِ کلیم میں لکھتے ہیں :

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت ہے

حضرتِ انساں کے لیے اس کاثمر موت [۲۴] ایک اور مقام پر علامہ اقبال اہلِ مغرب سے سوال کرتے ہیں :
کوئی پو چھے حکیمِ یو ر پ سے ہند و یوناں
ہیں جس کے حلقہ بگوش کیا یہی ہے معاشرت کا کمال مرد بے کا ر
و زن تہی آ غوش [۲۵] مغربی عورت کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے علامہ اقبال کہتے ہیں کہ مغربی عورت تہی آغوش ہے ، شوخ چشم ہے ، فتنہ پرداز ہے،شرم و حیا سے عاری ہے ، ماں کا منصب ادا کرنے سے انکاری ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ عورت مسلمان عورت کے لیے نمونہء عمل نہیں ہو سکتی علامہ کے بقول:
وان تہی آغوش نا زک پیکر ی خانہ پرورده نگاہش محشر
ی فکرِ او از تابِ مغرب روشن است ظاہرش زن باطنِ او نازن است
[۲۶]

ترجمہ : [" لیکن وہ نازک جسم والی عورت ، جس کی گود بچے سے خالی ہے اور محشر جس کی نگاہ کا خانہ زاد ہے ۔ اس کا دماغ مغرب کی چمک دمک سے روشن ہے ۔ بہ ظاہر عورت نظر آتی ہے ، لیکن اس کے باطن کو دیکھا جائے تو اسے عورت ہونے سے کوئی مناسبت نہیں ۔"] [۲۷] نسائیت یا
نسوانیت یا فطری حیا ، عفّت مآبی اور وفا داری طبقہء نسواں کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ علامہ اقبال نے حضرت فاطمۃالزہرا کو نسوانیت کی علامت بنا کر پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ قرآنِ حکیم کی رو سے یہ بات قابلِ ترجیح ہے کہ خاتون خلوت اور حجاب میں رہے ۔ قرآنِ حکیم کا فرمان ہے کہ " تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو "[۲۸] علامہ اسی نقطہء نظر کے قائل ہیں کہ غیرت ، حمیّت اور خلوت خواتین کی نسائیت کا جوہر ہیں ، ان کا اہتمام اور حفاظت ضروری ہے ۔ اقبال کہتے ہیں کہ :

بتولے باش و پنہاں شو ازین عصر کہ در آغوش شبّیرے بگیری [۲۹]

ترجمہ : [" حضرت بتول کی تقلید کر اور اس مادہ پرست دور اور ہوس پرست انسانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو جا ، تاکہ تو حضرت شبّیر جیسے فرزندوں کی ماں بن سکے۔"][۳۰] سید ابو
الحسن ندوی اس سلسلے میں لکھتے ہیں : " اقبال کی نظر میں عورت کا شرف و امتیاز اس کے ماں ہونے کی وجہ سے ہے۔ جو قومیں امومت [حقِ مادری] کے آداب بجا نہیں لاتیں تو ان کا نظام پائیدار اور بے اساس ہوتا ہے ، اور خاندانی امن و سکون درہم برہم ہو جاتا ہے ، افرادِ خاندان کا باہمی اتحاد و اعتماد ختم ہو جاتا ہے ، چھوٹے بڑے کی تمیز اٹھ جاتی ہے ،اور بالآخر اقدارِ عالیہ اور اخلاقی خوبیاں دم توڑ دیتی ہیں ، ان کے خیال میں مغرب کا اخلاقی بحران اسی لیے رونما ہوا ہے کہ وہاں ماں کا احترام اور صنفی پاکیزگی ختم ہو گئی ہے" [۳۱]
اقبال کے نزدیک موتی یا گوہر بند سیپی میں ہی
آب و تاب حاصل کرتا ہے بقولِ اقبال: آغوشِ صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہء نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر [۳۲] علامہ کے خیال میں عورت کی غیرت اور حمیّت خلوت ہی میں پختہ ہوتی ہے۔ خلوت اور کم آمیزی میں زندگی کی بنیادی حقیقتیں منکشف ہوتی ہیں اور تخلیقی عمل تشکیلی اور تکمیلی مراحل طے کرتا ہے،عورت تخلیقی عمل میں آلہءخاص ہے اس لیے اسے خلوت کی ضرورت ہے اور مرد کو جلوت کی ۔ عورتوں کے لیے مستورات کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے ، مستور یعنی چھپی ہوئی شے ، اس لیے قانونِ فطرت بھی یہی ہے کہ عورت مستور رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو "اس قانون کی خلاف ورزی کے نتائج یورپ تقریبا" ایک صدی سے بھگت رہا ہے اور اسی قسم کے نتائج کا آج ہمیں سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔عورت کو آزاد کر دیا جانا ایسا تجربہ ہے جس نے پورے معاشرے کی تہذیبی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں ۔ اقبال نے کہا تھا : رسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس
نے روشن ہے نگاہ آئینہء دل ہے مکدر بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں
سے ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر [۳۳] موجودہ حالات پر نظر کی جائے تو یہ بات
مشاہدے میں آتی ہے کہ مسلمان عورت اپنی ذمہ داریوں سے پیٹھ پھیر کر مغرب کے پھیلائے ہوئے جال میں بری طرح پھنس چکی ہے ۔ بحیثیت ماں کے بچوں کی تربیت کی جو ذمہ داری عورت پر عائد ہوتی ہے اس سے منہ پھیر کر اس نے خود کو ہی نہیں معاشرے کو بھی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اخلاقی تربیت سے عاری افرادِ قوم اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ انہیں ماں نے فرائض کی ادائیگی ، رشتوں کا احترام ، قوانین کی پاس داری ،دیانت و امانت ، عدل و انصاف ،مظلوم کی داد رسی ،ظالم کی حوصلہ شکنی ،ظلم کی مذمت،صبر ، ضبط ،

برداشت کسی چیز کی تعلیم نہیں دی۔ یہ نسل ہوسِ زر کی طلب میں حلال و حرام کی تمیز کھو چکی ہے، ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جانا ، بات بات پر پستول نکال لینا اور مدِمقابل کی جان کے درپئے ہو جانا نوجوان نسل کا عام معمول بن چکا ہے ، کراچی میں جتوئی خاندان اور لاہور میں کانجو خاندان کے ہاتھوں قتل کے واقعات اور ان خاندانوں کا اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے قانون کے فیصلے اپنے بچوں کے حق میں خرید لینا اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ان گھروں میں ماں کا ادارہ کمزور پڑ چکا ہے اور تربیت کے عمل کی موت واقع ہو چکی ہے۔ جن افرادِ معاشرہ کے بچے مارے گئے وہ انصاف کے لیے ترستے رہے۔ انصاف کرنے والے ، انصاف مانگنے والے ، مرنے والے ، مارنے والے سب افرادِ معاشرہ کسی نہ کسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر خاندان کے مرکز یا اکائی کا درجہ ماں کو حاصل ہے۔ ہم تمام جہانوں کی ذہانتیں بھی اکٹھی کر لیں تو اللہ تعالیٰ کی حکمت و دانائی کا مقابلہ نہیں کر سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے اگر عورتوں کو گھروں میں ٹھہرے رہنے کا حکم دیا تھا تو یقیناً" اس میں مصلحت پوشیدہ تھی ۔ مغرب کی پیروی میں مغرب سے آئے افکار و نظریات کو مذہب کی کسوٹی پر پرکھے بغیر قبول کر لینے کا نتیجہ ہے کہ مسلم عورت سے اس کی نسائیت ہی نہیں چھنی ، اس کا تقدس ، پاکیزگی اور شرم وحیا کی صفت بھی چھن گئی ہے ۔فیشن پرستی بے پردگی تک جا پہنچی ہےاور خود نمائی نے بے حیائی اور عریانی کی حدوں کو چھو لیا ہےڈیزائنر ملبوسات نے عورتوں کے ذہنوں کو مفلوج کر دیا ہے۔چند مغرب زدہ فیشن پرست ڈیزائنروں کے ہاتھوں پورا معاشرہ یرغمال بن چکا ہے ۔ عہدِحاضر میں معاشرے کے تربیتی عناصر میں ایک سٹیک ہولڈر الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بھی ہے۔افسوس کی بات ہے کہ مسلم معاشرت کی تہذیبی طنابیں توڑنے میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے بطور ایک قوی عنصر کے کام کیا ہے سوال یہ ہے کہ آخر مغربی تہذیب میں ایسی کیا بات ہے کہ معاشرے کے تمام طبقات اس کے سامنےسپر انداز ہو چکے ہیں ۔ علامہ اقبال نے یورپی تہذیب کی اس یلغار کو جاوید نامہ میں اسی لیے "حکمتِ فرعونی" کا نام دیا تھا کہ اس نام نہاد روشن خیال تہذیب نے عورت سے اس کا اصل منصب یعنی منصبِ امومت چھین لیا ہے اور اسے تہی آغوش کر دیا ہے۔ مثنوی اسرارو رموز میں علامہ اقبال نے مسلمان عورت کو مخاطب کیا ہے اور "خطاب بہ مخدراتِ اسلام "کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے،اس باب میں وہ مسلمان عورتوں کو مخاطب کرتے ہیں اور اسے اس کے اعلیٰ منصب اور مقام سے آشنا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ای ردایت پردہء ناموسِ ما　　تابِ تو سر مایہء فانوسِ ما
طینتِ پاکِ تو ما را رحمت است　　قوتِ دین و اساسِ ملت است
کودکِ ما چون لب از شیرِ تو شست　　لا الٰہ آموختی او را نخست
می تراشد مہرِ تو اطوارِ ما　　فکرِ ما گفتارِ ما کردارِ ما [۳۴]

ترجمہ: ["اے مسلمان خاتون تیری چادر ہماری عزت و ناموس کا پردہ ہے اور تیری روشنی ہمارے فانوس کے لیے چمک دمک کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ تیری پاکیزہ سرشت ہمارے لیے رحمت ہے ۔ اسی سے دین کی قوت ہے اور یہی ہماری قوم کی بنیاد ہے۔ بچے نے جب تیرے دودھ سے لب تر کیے تو تو نے سب سے پہلے اسے کلمہء توحید سکھایا ۔ تیری ہی محبت کے سانچے میں ہمارے طور طریقے ، ہماری سوچ بچار ، ہماری بات چیت اور ہمارے کردار ڈھلتے ہیں۔"][۳۵]

وہ مسلمان عورت کو تنبیہہ کرتے ہیں اور اسے مغربی عورت کے شر سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے کہتے ہیں :

دورِ حاضر تر فروش و پر فن است
کاروانش نقدِ دین را رہزن است　　کور و یزداں نا شناس ادراکِ او
ناکساں زنجیری ء پیچاکِ او　　چشمِ او بے باک و نا پرواستی
پنجہء مژگانِ او گیرا ستی　　صیدِ او آزاد خواند خویش را
کشتہء او زندہ داند خویش را　　ہوشیار از دستبردِ روزگار گیر
فرزندانِ خود را در کنار　　این چمن زاداں کہ پر نکشادہ اند
ز آشیانِ خویش دور افتادہ اند　　فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند
چشمِ ہوش از اسوہء زہرا مبند　　تا حسینی شاخِ تو بار آورد
موسمِ پیشین بگلزار آورد [۳۶]

ترجمہ: [" دورِ حاضر بڑا مکار اور عیار ہے اس کی حقیقت کچھ اور ہے اور ظاہر کچھ کرتا ہے ۔ اس کے قافلے میں دین کی متاع لوٹی جاتی ہے ۔ یہ اندھا ہے اور اس کا فہم خدا کو نہیں پہچانتا بے حقیقت لوگ اس کے چکروں میں پڑ کر قیدی بن چکے ہیں ۔ اس کی آنکھیں بے باک ، شوخ اور بے پردہ ہیں ۔ اس کی مژگاں کا پنجہ جہاں پڑ جائے ، گڑ جاتا ہے ۔ جو وجود اس کا شکار ہو جاتا ہے ، عجیب امر یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو آزاد کہتا ہے ، جو اس کا کشتہ ہو چکا ہے ،وہ اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے ۔اے مسلمان عورت زمانے کی دست درازی سے چوکس رہ ۔اپنے بیٹوں کو آغوش میں لے لے یہ چمن میں پیدا ہوئے ، لیکن انھوں نے ابھی پر نہیں تولے اور اپنے گھونسلے سے بہت دور پڑے ہیں ۔ ---- اے مسلمان عورت تیری فطرت میں بڑے بلند جذبے موجزن ہیں ۔تو ہوش کی نظر حضرت فاطمۃ الزہرا کے نمونے پر جمائے رکھ تاکہ تیری شاخ میں بھی حسین جیسا پھل لگے اور ہمارے باغ میں پہلی سی بہار پھر آ جائے ۔"] [۳۷] حسین جیسے پھل کو جھولی میں ڈال لینے کی خواہش تبھی پوری ہو گی ، جب مسلمان عورت اپنے آپ کو حضرت فاطمۃ الزہرا کے اسوہ پر کار بند رکھے گی ۔ لہٰذا عہدِ حاغر کی مسلم عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ مغرب کی سازشوں کو سمجھے اور اپنی مذہبی اور تہذیبی پہچان کی حفاظت کرے ۔ اسے اللہ تعالیٰ نے جو امومت کا فرض سونپا ہے اس کی ادائیگی کے لیے خود بھی تیار ہو اور قوم کی ان بچیوں کو بھی تیار کرے جن کی گود میں آنے والی نئی نسل نے پرورش پانی ہے ۔

حوالہ جات

۱۔ اکبر الٰہ آبادی ۔ انتخابِ کلامِ اکبر الٰہ آبادی [مرتبہ ؛خواجہ محمد زکریا] لاہور: الحمد پبلی کیشنز ، ۲۰۱۷ء ، ص ۹۳ ۲۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال [اردو] لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ اشاعتِ ششم ۱۹۸۴ء۔ ص۵۵۹،

۳۔ ایضا" ص ۵۵۶ ۴۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال [مرتبہ: سید عبد الواحد معینی، محمد عبداللہ قریشی]لاہور: آئینہء ادب ۔ اشاعتِ دوم ۱۹۸۲ء ، ص ۹۳ ۵۔ ایضا" ص ۳۱۹ ۶۔ ایضا" ص ۱۷۷ ۷۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال [اردو] محولہ بالا ۲ ، ص۵۵۸ ۸۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال ۔ محولہ بالا ۴ ۔ ص۳۲۷

۹ ۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال ۔ محولہ بالا ۴ ۔ ص ۱۰۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال ۔ محولہ بالا ۴ ۔ ص ۳۲۰
۱۱۔ ابو الحسن علی ندوی ، سید مولانا۔ نقوشِ اقبال ۔ کراچی : مجلسِ نشریاتِ اسلام ۔ طبع چہارم ۱۹۷۵ ء ۔ ص۲۸۲ ۱۲۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] لاہور : اقبال اکادمی پاکستان ۔ اشاعتِ دوم ۱۹۹۴ ء ۔ ص۱۵۷ ۱۳۔ غلام رسول مہر، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔لاہور : شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ س ن۔ ص۳۴۸ ۱۴۔ اقبال ۔کلیاتِ مکاتیبِ اقبال [جلد چہارم] مرتبہ سید مظفر حسین برنی ۔ جہلم: بک کارنر ۲۰۱۶ ء،ص ۱۵۸ ۱۵۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ ص ۱۶۰
۱۶۔ غلام رسول مہر، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔ محولہ بالا ۱۳ ۔ ص ۳۵۳
۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ ص۱۵۹

۲۰۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال ۔ محولہ بالا ۴ ۔ص ۳۲۷ ۲۱۔ اقبال ۔کلیاتِ مکاتیبِ اقبال [جلد اول] مرتبہ سید مظفر حسین برنی ۔ جہلم: بک کارنر ۲۰۱۶ ء،ص ۶۱۹ ۲۲۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ ص ۸۲۹ ۲۳۔ یوسف سلیم چشتی ۔ شرحِ ارمغانِ حجاز [حصہ فارسی] لاہور : عشرت پبلشنگ ہاوس ۔ س ن ۔ ص۲۱۹

۲۴۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال [اردو] محولہ بالا ۲ ۔ ص۵۵۸ ۲۵۔ ایضا" ص۵۵۴ ۲۶۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ص۱۵۹ ۲۷۔ غلام رسول مہر، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔ محولہ بالا ۱۳ ۔ ص۳۴۹ ۲۸۔ سورہ الاحزاب ،آیت نمبر۳۳ ۲۹۔ اقبال ۔

کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ص۸۳۰ ۳۰۔ یوسف سلیم چشتی ۔ شرحِ ارمغانِ حجاز [حصہ فارسی] محولہ بالا
۲۱۔ ص ۲۲۰ ۳۱۔ ابو الحسن علی ندوی ، سید مولانا۔ نقوشِ اقبال ۔محولہ بالا ۱۱ ۔ص
۲۸۶،۲۸۵ ۳۲۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال [اردو] محولہ بالا ۲ ۔ ص۵۵۶ ۳۳۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال
[اردو] محولہ بالا ۲ ۔ ص۵۵۵ ۳۴۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ص۱۶۱ ۳۵۔ غلام رسول مہر ، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔ محولہ بالا ۱۳ ۔ ص ۳۵۳، ۳۵۴

۳۶۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] محولہ بالا ۱۲ ۔ص۱۶۱ ، ۱۶۲ ۳۷۔
غلام رسول مہر، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔ محولہ بالا ۱۳ ۔ ص ۳۵۴

کتابیات

۱۔ ابو الحسن علی ندوی ، سید مولانا۔ نقوشِ اقبال ۔ کراچی : مجلسِ نشریاتِ اسلام ۔ طبع چہارم ۱۹۷۵ ء

۲۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال [اردو] لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۔ اشاعتِ ششم ۱۹۸۴ء

۳۔ اقبال ۔ کلیاتِ اقبال[فارسی] لاہور : اقبال اکادمی پاکستان ۔ اشاعتِ دوم ۱۹۹۴ ء

۴۔ اقبال ۔ مقالاتِ اقبال [مرتبہ: سید عبد الواحد معینی، محمد عبداللہ قریشی]لاہور: آئینہء ادب ۔ اشاعتِ دوم ۱۹۸۲ء

۵۔ اقبال ۔کلیاتِ مکاتیبِ اقبال [جلد چہارم] مرتبہ مظفر حسین برنی ۔جہلم : بک کارنر ۲۰۱۶ء

۶۔ اقبال ۔کلیاتِ مکاتیبِ اقبال [جلد چہارم] مرتبہ مظفر حسین برنی ۔جہلم : بک کارنر ۲۰۱۶ ء ۷۔
اکبر الٰہ آبادی ۔ انتخابِ کلامِ اکبر الٰہ آبادی [مرتبہ ؛خواجہ محمد زکریا] لاہور: الحمد پبلی کیشنز ، ۲۰۱۷ء
۸۔ غلام رسول مہر، مولانا۔ مطالبِ اسرار و رموز ۔لاہور : شیخ غلام علی اینڈ
سنز ۔ س ن۔ ۹۔ یوسف سلیم
چشتی ۔ شرحِ ارمغانِ حجاز [حصہ فارسی] لاہور : عشرت پبلشنگ ہاوس ۔ س ن